11

رمضان المبارک میں خاص برکات کے حصول کا موقعہ

(فرمودہ ۱۹ مارچ ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ، سورۂ فاتحہ کی تلاوت اور سورۃ الحجرات کی آیات ۱۵ تا ۱۹ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

یہ مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے۔ جس میں قرآن کریم کے نزول کی ابتدا بتائی جاتی ہے اور جس میں رسول کریم ﷺ پر دوبارہ سارے کا سارا قرآن جتنا نازل ہو چکا ہوتا جبریل کے ذریعہ نازل ہوتا تھا۔ا۔ گویا یہ مہینہ قرآن کریم سے خاص خصوصیت رکھتا ہے۔ پس اس مہینہ کا ادب و احترام ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اور ہر ایک مومن کا فرض ہے کہ ان ایام کو خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت خرچ کرے۔

دیکھو بعض صداقتیں۔ بعض فرائض اور بعض ذمہ داریاں ہمیشہ ہی انسان کے ساتھ لگی رہتی ہیں لیکن ان کے ظہور کے خاص اوقات بھی ہوتے ہیں۔ ماں باپ کا ادب کرنا ہمیشہ ہی انسان کا فرض ہے۔ اور ماں باپ سے محبت کرنا ہمیشہ ہی انسان کا فرض ہے۔ اور ماں باپ سے محبت کرنا ہمیشہ ہی بچہ کے لئے ضروری ہے۔ لیکن یہ بات جو فطرتاً" انسانوں میں پائی جاتی ہے۔ اور جو کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ یہ بھی ہر وقت انسانوں میں یکساں طور پر نہیں پائی جاتی۔ ایک باپ یا ماں جب بچے کے سامنے ہوتی ہے۔ اس وقت جو ادب اور محبت بچہ کے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ ہر وقت نہیں ہوتی۔ وہ ادب جو اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ماں باپ سامنے ہوتے ہیں اور وہ محبت جو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ماں باپ پاس ہوں وہ اور رنگ کی ہوتی ہے۔ اور جب وہ سامنے نہ ہوں۔ اس وقت ادب اور محبت اور رنگ کی ہوتی ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دوسرے وقت میں ماں باپ کی محبت اور ادب نہیں ہوتا۔ ہوتا ہے۔ لیکن یہ قدرتی بات ہے کہ جب ماں باپ سامنے ہوں۔ تو ان کی محبت اور ادب زیادہ ہو۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کے تعلق کا ہے۔ ہر

وقت بندہ پر خدا تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے۔ لیکن بعض دن ایسے ہوتے ہیں۔ جن میں خدا تعالیٰ اسی طرح بندہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ جس طرح ماں باپ بچہ کے سامنے آجاتے ہیں۔ ان دنوں میں بندہ کو اطاعت اور فرمانبرداری میں اسی طرح زیادتی کرنی چاہئے جس طرح ماں باپ کے سامنے آنے سے ان کے ادب اور محبت میں زیادتی ہوتی ہے۔ آخر ایسا زمانہ تو بندہ پر کبھی نہ آئے گا کہ خدا تعالیٰ کو ان مادی آنکھوں سے دیکھ سکے۔ خدا خدا ہی ہے اور بندہ بندہ ہی ہے جب انسان ان آنکھوں سے خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق کو بھی نہیں دیکھ سکتا تو خدا تعالیٰ کو کہاں دیکھ سکے گا۔ پس انسان خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے۔ جسمانی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکے گا۔ ہاں روحانی آنکھوں سے دیکھے گا اور اس میں ترقی کرتا جائے گا۔ اب اگر کوئی یہ سمجھے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کی جسمانی رویت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہ کیفیت کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔ جو ماں باپ کے سامنے آنے سے اس کے دل میں ان کی محبت اور ادب کے متعلق پیدا ہوتی ہے تو وہ نادان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رویت روحانی آنکھوں سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس سے ایسا ہی تغیر انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ جیسا ماں باپ کو جسمانی آنکھوں کے سامنے دیکھنے سے اور اگر کوئی انسان روحانی آنکھوں سے خدا کو نہیں بھی دیکھ سکتا تو بھی اس میں یہ تغیر پیدا ہونا چاہئے دیکھو آخر ایک نابینا کے دل میں بھی ماں باپ کی محبت اور ادب کا جوش پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ ایک نابینا بچہ کبھی ماں باپ کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن جب اسے ان کی آواز آتی ہے یا دوسروں سے سنتا ہے کہ ماں باپ پاس بیٹھے ہیں تو کیا اس کے دل میں ویسی ہی محبت جوش نہیں مارتی جیسی آنکھوں سے ماں باپ کو دیکھنے والے کے دل میں جوش مارتی ہے پس وہ شخص جسے یہ مقام حاصل نہیں کہ روحانی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کو دیکھ سکے اسے یہ مقام تو حاصل ہے کہ دوسروں سے خدا تعالیٰ کے متعلق سن سکے اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اگر کسی میں ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کا ایمان ہو۔ تو بھی رمضان کے ایام میں اس کے دل میں وہی کیفیت پیدا ہونی چاہئے۔ جو روحانی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کو دیکھنے والے کے قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جو ایسی ہی کیفیت ہے۔ جیسی بچہ کے سامنے ماں باپ کے آنے پر اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ پس میں اپنی جماعت کو ان ایام کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ان میں دوسرے ایام کی نسبت دینی احکام کا ادب اور احترام بہت زیادہ کریں۔ اور ان میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں دوسرے ایام کی نسبت بڑھ جائیں۔ دیکھو رمضان کے روزوں کی غرض کسی کو بھوکا یا پیاسا مارنا نہیں ہے۔ اگر بھوکا مرنے سے جنت مل سکتی - تو میں سمجھتا ہوں کافر سے کافر اور منافق سے منافق لوگ

بھی اس کے لینے کے لئے تیار ہو جاتے۔ کیونکہ بھوکا پیاسا مرجانا کوئی مشکل بات نہیں - درحقیقت مشکل بات اخلاقی اور روحانی تبدیلی ہے۔ لوگ بھوکے تو معمولی معمولی باتوں پر رہنے لگ جاتے ہیں۔ قید خانوں میں جاتے ہیں۔ تو بھوک سٹرائک شروع کر دیتے ہیں۔ اور برہمنوں کا تو یہ مشہور حیلہ چلا آتا ہے کہ جب لوگ ان کی کوئی بات نہ مانیں تو کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ پس بھوکا رہنا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اور نہ یہ رمضان کی غرض ہے۔ رمضان کی اصل غرض یہ ہے کہ اس ماہ میں انسان خدا تعالیٰ کے لئے ہر ایک چیز چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کا بھوکا رہنا علامت اور نشان ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ ہر ایک حق کو خدا کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار رہے۔ کھانا پینا انسان کا حق ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات اس کا حق ہے۔ اس لئے جو شخص ان باتوں کو چھوڑتا ہے۔ وہ یہ بتاتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے لئے اپنا حق چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ ناحق کا چھوڑنا تو بہت ادنیٰ بات ہے۔ اور کسی مومن سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی کا حق مارے۔ مومن سے جس بات کی امید کی جا سکتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا حق بھی چھوڑ دے۔ لیکن اگر رمضان آئے اور یونہی گذر جائے اور ہم یہی کہتے رہیں کہ ہم اپنا حق کس طرح چھوڑ دیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ ہم نے رمضان سے کچھ حاصل نہ کیا۔ کیونکہ رمضان یہی بتانے کے لئے آیا تھا کہ خدا کی رضا کے لئے اپنے حقوق بھی چھوڑ دینے چاہئیں جب تک یہ بات پیدا نہ ہو کوئی یہ دعویٰ کرنے کا مستحق نہیں ہے کہ وہ ایمان لایا اور اس نے رمضان سے کچھ فائدہ اٹھایا۔ زبانی دعویٰ کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ بہت لوگ ہوتے ہیں جو بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو رہ جاتے ہیں۔ اس قسم کا دعویٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ وہی دعویٰ حقیقت میں دعویٰ کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ اور ایسا ایک دعویٰ جس کے ساتھ عمل ہو' قربانی ہو' اخلاص ہو' ایسے ہزار دعووں سے بڑھ کر ہوتا ہے جن کے ساتھ عمل نہ ہو۔ بھلا بتاؤ تو سہی دنیا میں کس کی قدر و قیمت ہوتی ہے۔ اس شخص کی جو تھیئٹر کے تماشا میں بادشاہ بنتا ہے۔ یا اس کی جو تیس چالیس روپیہ کا کہیں ملازم ہوتا ہے۔ صاف بات ہے کہ ایسے بادشاہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ وہ بڑے بڑے دعوے کرتا ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں ایک معمولی کلرک کی زیادہ عزت ہوتی ہے وجہ یہ کہ وہ دعویٰ تو کرتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں مگر بادشاہ چھوڑ معمولی افسر بھی نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا گورنر ہونے کا بھی دعویٰ نہیں کرتا۔ کلرک یا ہیڈ کلرک سو ڈیڑھ سو روپیہ تنخواہ کا ہوتا ہے۔ مگر اس کا دعویٰ زیادہ احترام کے قابل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں حقیقت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان آیات میں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں۔ فرماتا ہے۔ **قالت الا عراب امنّا** کچھ عربوں میں سے ایسے لوگ ہیں کچھ قبائل کے لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے فی الواقعہ ظاہر میں وہ ایمان لائے۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے اس لئے علیحدہ ہو گئے کہ وہ مسلمان نہ تھے۔ کئی باتوں میں اسلام کا رنگ ان میں پایا گیا۔ وہ نمازیں پڑھتے' روزے رکھتے' زکوٰۃ دیتے تھے۔ گو رسول کریم ﷺ کے بعد انہوں نے زکوٰۃ دینے اور باجماعت نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر رسول کریم ﷺ کے وقت سب اعمال بجالاتے تھے۔ باوجود اس کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قل لم تومنوا** اے محمد ﷺ ان سے کہدے تم ہرگز ایمان نہیں لائے کیونکہ ایمان لانے کے لئے صرف منہ سے کہہ دینا کافی نہیں ہے۔

یہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے۔ جو نمازیں پڑھنے والے زکوٰۃ دینے والے۔ رسول کریم ﷺ کی اطاعت کا دم بھرنے والے۔ اسلام لانے کی وجہ سے اپنے رشتہ داروں سے تعلق قطع کرنے والے تھے۔ پھر کیوں ان کے متعلق یہ فرمایا۔ ظاہری احکام تو انہوں نے ماننے شروع کر دیئے تھے۔ اگر نماز پڑھنے سے کوئی مومن ہو سکتا ہے۔ تو وہ نمازیں پڑھتے تھے۔ اگر روزہ رکھنے سے کوئی مومن ہو سکتا ہے۔ تو وہ روزے بھی رکھتے تھے۔ اگر حج کرنے سے کوئی مومن ہو سکتا ہے۔ تو وہ حج کرنے کے لئے بھی تیار تھے اور کرتے تھے۔ اگر زکوٰۃ دینے سے کوئی مومن ہو سکتا ہے تو وہ یہ بھی دیتے تھے پھر وہ کیا چیز تھی جس کے نہ ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہ ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہیں **ولکن قولوا اسلمنا** ہم نے بات مان لی ہے۔

اب کوئی کہے یہ عجیب بات ہے۔ ایمان لانے اور مان لینے میں کیا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا رسول کریم ﷺ کے ذریعہ کہ نمازیں پڑھو۔ انہوں نے کہا بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے کہا اپنے مال سے زکوٰۃ دیا کرو۔ کسی مال پر چالیسواں حصہ' اور کسی پر دسواں حصہ' انہوں نے کہا' یہ بھی منظور ہے' اسی طرح جہاد کے متعلق جب حکم دیا گیا۔ اس کی بھی انہوں نے تعمیل کی۔ کئی لڑائیوں میں شامل ہوئے۔ ورثہ کے متعلق جو احکام دیئے گئے ان کو بھی انہوں نے مانا۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ نمازیں پڑھتے' روزے رکھتے' زکوٰۃ دیتے اور دیگر تمام احکام مانتے تھے پھر ان کے متعلق کہا گیا ہے۔ **قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا** تم یہ کہو ہم مسلمان ہو گئے۔ مگر ایمان کا نام نہ لو۔

اب سوال ہوتا ہے کہ وہ کونسی چیز تھی۔ جو ان سے رہ گئی تھی۔ اور کس وجہ سے خدا تعالیٰ نے کہا کہ یہ نہ کہو ایمان لائے۔ بلکہ یہاں تک فرماتا ہے۔ **ولما یدخل الا یمان فی قلوبکم** کہ ایمان تو

ان کے قلوب میں داخل ہی نہیں ہوا۔ تم سب کچھ کرتے ہو سارے احکام کی تعمیل کرتے ہو۔ مگر باوجود اس کے تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ اب سوال ہوتا ہے کہ وہ کونسی چیز تھی جس کی وجہ سے ایمان ان کے دل میں داخل ہو جاتا اور وہ ان کے پاس نہ تھی اور کیوں باوجود اس کے کہ وہ نمازیں پڑھتے تھے۔ روزے رکھتے تھے۔ حج کرتے تھے۔ زکوٰۃ دیتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ابھی تم اطاعت اللہ و اطاعت رسول میں داخل نہیں ہوئے۔ بے شک تم سب باتیں مانتے ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم یہ کہہ سکتے ہو **اسلمنا** ہم اسلام لے آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظاہری اطاعت کرتے تھے کیونکہ اگر ظاہری اطاعت نہ کرتے تو خدا تعالیٰ یہ نہ کہتا کہ تم کہہ سکتے ہو ہم اسلام لائے۔ پھر اس کے ہوتے ہوئے کیوں کہا جاتا ہے۔ تم مطیع نہیں ہو۔ اور تم ایمان نہیں لائے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ظاہری اطاعت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز۔ کیونکہ ان کے ظاہری فرمانبردار ہوتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ کہ تم ایمان نہیں لائے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وان تطیعوا اللہ و رسولہ لا یلتکم من اعمالکم** اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لو تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی۔

یہ جواب ان باتوں کا ہے جو پیچھے بیان ہوئی ہیں اور جہاں یہ فرمایا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ اگر کہو یہ تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ سب احکام مانتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس میں ایمان اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پیدا ہو جائے اس کے ایمان میں پھر کمی نہیں ہوتی - چونکہ اعراب کو یہ بات حاصل نہیں۔ اس لئے معلوم ہوا۔ ان میں حقیقی ایمان نہیں ہے۔

اب دیکھو یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کس طرح پوری ہوئی۔ انہیں لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کہہ دیا - اب ہم زکوٰۃ نہیں دیتے ۲؎ یہ صرف رسول کریم کو دینے کا حکم تھا۔ اور باجماعت نماز پڑھنے میں سست ہو گئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے بے شک اب تم نمازیں پڑھتے ہو زکوٰۃ اور چندہ دیتے ہو۔ مگر ایک وقت آئے گا۔ جب ان میں کمی واقع ہو جائے گی۔ یہ بات ایک مومن کے اعمال میں کبھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ **لا یلتکم** کی تشریح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کسی کے دل میں ذرا بھی ایمان داخل ہو جائے۔ یعنی بشاشت ایمان ہی رکھتا ہو سارا ایمان نہیں - بلکہ ایمان کی خوشبو ہی اس کے دل میں ہو تو خواہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے۔ پھر بھی وہ ایمان سے نہیں پھرے گا۔ ۳؎ یہ ہے ایمان۔ اور ایمان کے معنی یہ ہیں

کہ اس کا ادنیٰ درجہ رکھنے والا بھی ایسا مضبوط ہو کہ اگر اسے آگ میں ڈالا جائے تب بھی اسلام اور اپنے اعمال کو نہیں چھوڑتا۔ اسے ایسا وثوق اور ایسا ثبات کا مقام حاصل ہوتا ہے کہ خواہ کچھ ہو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا وہ پہاڑ کی چٹان کی طرح ہوتا ہے۔ جس سے سمندر کی لہریں ٹکرا کر خود ہی پیچھے ہٹ جاتی ہے۔

اس آیت میں اعراب کے متعلق پیش گوئی تھی کہ وہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان اعمال کو چھوڑ دیں گے جو اب کرتے ہیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ تمہارا حق نہیں کہ تم کہو ہم مومن ہیں۔ تمہارے اندر ایمان نہیں اور اس کا یہ ثبوت ہو گا کہ تو ٹھوکر کھاؤ گے۔ وہ زمانہ آنیوالا ہے ۔جب تمہارے اعمال میں کمی آجائے گی۔ فرمایا یہ مومن کی شان نہیں ہے۔ بلکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ کبھی اعمال میں تھکتا نہیں بلکہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ پس تم مومن نہیں ہو۔ ہاں اپنے آپ کو مسلمان کہہ لو۔ کیونکہ مومن کا قدم کبھی پیچھے نہیں ہٹتا اور حقیقی مومن وہی ہوتا ہے۔ جو اپنے اعمال میں ثبات اور استقلال رکھتا ہو۔ کیونکہ ایمان کے معنی ہیں کہ انسان نے برکت کو حاصل کر لیا۔ اور امن میں ہو گیا۔ لیکن جو امن میں نہیں آتا بلکہ خطرہ میں رہتا ہے وہ مومن کہاں ہو سکتا ہے۔ امن باللہ کے معنی ہیں کہ اللہ کے ذریعہ انسان امن میں آچکا ہے۔ اسے تنزل کا خطرہ نہیں رہا۔ جس انسان کو یہ مقام حاصل نہیں وہ اگر ظاہری فرمانبرداری کرتا ہے۔ تو مسلم کہلا سکتا ہے۔ اور اگر اس کی ظاہری اطاعت میں بھی نقص ہے تو پھر یہ بھی نہیں کہلا سکتا۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ غفور رحیم یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک انسان سچے دل سے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا بھی کرے۔ اور پھر خدا اس کا انجام بخیر نہ کرے۔ اور اس کی کمزوریوں اور نقصوں کو ظاہر ہونے دے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بچہ ماں کی گود میں ہو۔ اور کہے سردی لگ رہی ہے۔ اگر بچہ ماں کے لحاف میں ہے تو سردی اسے کس طرح لگ سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ غفور ہے اور غفر کے معنی ہیں چادر اڑھا دینا پس جو خدا کی گود میں اس کی چادر کے نیچے چلا گیا وہ کس طرح ننگا ہو سکتا ہے اور اگر ننگا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ غفور کی گود میں نہیں ہے۔ پھر وہ رحیم ہے اور رحیم کے معنی ہیں۔ بار بار رحم کرنے والا۔ اگر کوئی ارتداد کی طرف مائل ہو جاتا ہے یا اس کے اعمال میں کمزوری اور کوتاہی واقع ہو جاتی ہے تو اس پر رحم کہاں ہوا۔ اس میں تو کمی آگئی۔ اگر اس کا سچا تعلق اس سے ہوتا جو رحیم ہے تو بار بار رحیمیت کا جلوہ اس پر ہوتا۔ تو فرمایا۔ ان اللہ غفور رحیم خدا تو اپنے بندوں کی کمزوریوں کو ڈھانپنے والا اور ان پر بار بار رحم کرنے والا ہے جس کا اس کے ساتھ حقیقی تعلق ہو جاتا

ہے وہ پھر تنزل کی طرف نہیں جا سکتا۔

فرمایا تم اپنے آپ کو ابھی مومن نہ کہو۔ ہاں مسلم کہو۔ کیونکہ تمہارے اعمال میں وہ پختگی پیدا نہیں ہوئی۔ جو مومن کے اعمال کے لئے ضروری ہے۔ اور جس کے بعد ان میں کمی نہیں آسکتی۔

میں اپنے دوستوں کو اس آیت کی طرف توجہ دلاتا ہوں آج کل رمضان کے دن ہیں۔ اور خصوصیت سے برکات حاصل کرنے کے دن ہیں ان میں سچے مومن بننے کی کوشش کرو۔

میں نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے جو کچھ دین کی خدمت کر کے پھر سست ہو جاتے ہیں۔ مگر اس آیت سے پتہ لگتا ہے کہ مومن کبھی سست نہیں ہوتا۔ اور جس کے اندر سستی پیدا ہو وہ اپنے آپ کو مسلم کہہ سکتا ہے۔ مومن نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مومن کی یہ علامت ہے کہ **لا یلتکم من اعمالکم شیئا** " اگر تم مومن ہو گے تو تمہارے اعمال میں کبھی کمی نہ ہونے دی جائے گی۔ یہ معنی اس آیت کے ہرگز نہیں ہیں کہ خدا تعالیٰ مومنوں کے اعمال ضائع نہ کرے گا۔ اور ان کا نتیجہ ضرور نکلے گا۔ کیونکہ یہ تو خدا نے کافروں کے متعلق بھی فرمایا ہے **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا** " یہ کہ کسی کی رائی کے برابر نیکی بھی ضائع نہ کی جائے گی۔ اب کونسا مومن ہو گا جو رائی کے برابر بھی نیکی نہ رکھتا ہو۔ مومن تو الگ رہا کوئی خطرناک سے خطرناک کافر اور آریہ بھی ایسا نہ ہو گا۔ جس نے رائی کے برابر بھی کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ اس کی بھی یہ نیکی ضائع نہ جائے گی۔ پھر اگر کوئی ایسا انسان فرض بھی کر لیا جائے۔ جس کی نیکی رائی کے دانہ کے برابر ہو۔ حالانکہ ہر انسان کی نیکی اس سے زیادہ ہی ہو گی۔ تو جس طرح اگر اور سب قسم کے دانے دنیا سے تباہ ہو جائیں اور صرف رائی کا ایک دانہ رہے۔ تو وہی بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھ جائے گا کہ ساری دنیا پر رائی ہی رائی پھیل جائے گی۔ اسی طرح وہ نیک عمل جو رائی کے دانہ کے برابر ہو گا۔ وہ کیوں ترقی نہ کرے گا۔ وہ بھی ضرور بڑھے گا۔

پس یہ بات کہ خدا تعالیٰ کسی کے نیک عمل کو ضائع نہ کریگا یہ تو کافروں کے متعلق بھی ہے پھر یہ کیوں فرمایا **وان تطیعوا اللہ و رسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئا** " اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے۔ تو تمہارے اعمال میں کمی نہ کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا۔ یہاں اعمال کو ضائع کرنے سے کوئی اور مراد ہے۔ اور وہ یہ کہ اعراب کو بتایا ہے۔ آج جو تم نمازیں پڑھنے میں چست ہو ایک وقت آئے گا۔ جب ان میں سست ہو جاؤ گے۔ آج جو زکوٰۃ دینے میں چست ہو۔ دوسرے وقت میں سست ہو جاؤ گے۔ اسی طرح آج جو اعمال بڑی چستی سے کرتے ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد ان میں سست ہو جاؤ گے۔ پس یہاں اعمال کا ضائع ہونا مراد نہیں۔ بلکہ خود اعمال میں کمی ہونا مراد ہے۔ جس

شخص کے اعمال میں کمی اور سستی واقع ہو جائے اسے سمجھ لینا چاہئے .وہ اطاعت اللہ و اطاعت رسول میں کامل نہیں اور وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔

میں ان دوستوں کو جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور جو اپنی سستی اور کوتاہی کی وجہ سے دوسروں پر بھی برا اثر ڈالتے ہیں۔ اس آیت کی طرف متوجہ کرتا ہوں یہ آیت بتاتی ہے کہ ایسے لوگ جو اعمال میں سست ہو جائیں ان کے قلوب میں ایمان داخل نہیں ہوتا۔ اور وہ مومن کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **انما المومنون الذ ین امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا و جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم ا لصا دقو ن** یہ مومن کی تعریف خدا تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ مومن صرف وہی لوگ ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں۔ پھر کبھی شبہ پیدا نہ ہو اور ان کے اعمال میں وقفہ نہیں ہوتا۔ انہوں نے کبھی ریب نہیں کیا اور وہ کبھی اس شک میں نہیں پڑے کہ دین کی خدمت میں کتنا حصہ لیں۔ اور کتنا نہ لیں۔ وہ ہمیشہ خدا کے راستہ میں اپنا مال اور جان اور ہر چیز خرچ کرنے لگ گئے۔ ریب کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ ارتیاب کٹنے کو کہتے ہیں۔ اس لئے شبہ کے معنی یہ ہوئے کہ وقفہ پڑ گیا۔ سلسلہ کٹ گیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مومن کے اعمال میں ایسا نہیں ہوتا۔ ان کے اعمال میں کبھی وقفہ نہیں پڑتا۔ انہیں کبھی یہ شبہ نہیں پڑتا کہ خدمت دین کریں یا نہ کریں۔ خدمات دین کا بالکل چھوڑ دینا تو الگ بات ہے۔ مومن کی یہ شان ہے کہ اسے کبھی شبہ اور شک بھی نہیں پڑتا کہ خدمت دین کے لئے اسے کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔

مومن کا یہ درجہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے ہماری جماعت پر خدا تعالیٰ کا یہ بہت ہی فضل ہے کہ اس کو خدا نے ایک ایسا عظیم الشان نبی دیا ہے۔ جس کے متعلق سارے انبیاء پیشگوئیاں کرتے رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر اس کی کیا تعریف ہو سکتی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا بروز ہے۔ بڑے سے بڑا مظہر خدا تعالیٰ کا رسول کریم ﷺ تھے۔ آپ سے بڑھ کر تو اب کوئی آنا نہیں۔ اور اب بڑے سے بڑا مقام جو کسی کو حاصل ہونا ممکن ہے۔ وہ یہی ہے کہ آپ کا بروز اور مثیل بنایا جائے۔ یہ انتہائی کمال ہے۔ جو اب کسی کو حاصل ہو سکتا ہے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوا ہے اور ہم آپ کی جماعت ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہمارے لئے خدا کا فضل اور کیا ہو سکتا ہے۔ اب غور کرو اگر کوئی شخص بڑے سے بڑے ڈاکٹر کے زیر علاج رہ کر شفایاب نہ ہو تو معلوم ہوا کہ وہ لاعلاج ہے وہ ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

جماعت میں شامل ہو کر بھی کسی کے اعمال میں ثبات اور استقلال پیدا نہ ہو۔ وہ اعمال میں سست رہے۔ تو پھر کون آکر اس کی اصلاح کر سکتا ہے۔

پس میں دوستوں سے خاص طور پر کہتا ہوں۔ کہ اگر پہلے نہیں تو اس رمضان میں ہی ہر قسم کی سستی اور کوتاہی دور کر دیں اور ایسے مومن بن کر دکھا دیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لا یلتکم من اعمالکم شیئا** " ان کے اعمال میں کمی نہیں ہو گی۔ ان کا قدم کبھی پیچھے نہ پڑے گا۔ وہ قربانی میں زیادہ سے زیادہ بڑھتے جائیں گے۔

میں نے اپنی جماعت کو متواتر اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ ان دنوں نہایت مالی مشکلات درپیش ہیں۔ اور سارا بوجھ اٹھانا جماعت کا ہی کام ہے۔ میں نے جلسہ سالانہ میں اعلان کیا تھا کہ مالی مشکلات کی وجہ سے کچھ عرصہ تک ہر سال چندہ خاص لینا پڑے گا۔ تب جا کر کام چلے گا۔ میں نے کہا تھا دوست اپنی ایک ماہ کی آمدنی کا چالیس فیصد ہر سال دیا کریں۔ یہ ایک مہینہ کی آمد کے لحاظ سے سوا تین فیصد بنتی ہے۔ اور پہلے جماعتیں سوا چھ فیصد چندہ دیتی ہیں۔ یعنی ایک آنہ فی روپیہ ماہوار۔ اس میں اگر ایک ماہ کی آمدنی کے چندہ کی اوسط جمع کر دی جائے۔ تو یہ ساڑھے نو فیصد بنتا ہے۔ اور یہ وصیت کے ادنیٰ معیار تک بھی نہیں پہنچتا۔ کیونکہ وصیت کا ادنیٰ درجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس فیصد رکھا ہے۔ تو اس چندہ خاص سے بھی جماعت قربانی کے ادنیٰ درجہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے جو وصیت نہیں کرتا وہ نفاق سے پاک نہیں۔ پس یہ جسے چندہ خاص کہا جاتا ہے۔ دراصل اسے چندہ خاص نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ وصیت کے ادنیٰ معیار تک پہنچاتا ہے۔ اور جو وصیت کر چکے ہیں۔ انہیں اس معیار سے اوپر لے جاتا ہے۔ اور ان کا حق بھی ہے کہ اوپر جائیں۔

اب میں اعلان کرتا ہوں یہاں کی جماعت کے لئے اور پھر اخباروں کے ذریعہ باہر کی جماعتوں کو بھی اطلاع ہو جائے گی کہ ہماری جماعت کے لوگ تین ماہ کے اندر اندر اپنی ایک ایک ماہ کی آمدنی کا ۴۰ فیصد چندہ ادا کریں ۔ چونکہ بعض لوگ زیادہ قرضہ میں دبے ہوتے ہیں۔ اور انہیں زیادہ مالی مشکلات ہوتی ہیں۔ اس لئے میں نے اب کے یہ تجویز کی ہے کہ بعض سے ۳۳ فی صد چندہ لیا جائے۔ بعض سے چالیس اور بعض سے پچاس فیصد ۔ جو لوگ قرضوں میں دبے ہوئے ہوں۔ وہ ۳۳ فی صد چندہ دیں۔ جنہیں کچھ سہولت حاصل ہو وہ درمیانی درجہ یعنی ۴۰ فی صد اختیار کریں۔ اور جنہیں مال میں اور اخلاص میں خدا تعالیٰ نے زیادتی دی ہے وہ پچاس فیصد دیں

(زمینداروں کے لئے چندہ خاص ایک سیر اور سوا سیر اور ڈیڑھ سیر فی من پیداوار پر مذکورہ بالا ہدایتوں کے ماتحت ہو گا۔) اس کے علاوہ ماہواری چندہ کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔ اس میں بھی بعض جگہ سستی کی جا رہی ہے جن اعراب کا ذکر ان آیات میں ہے۔ جو میں نے پڑھی ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کہہ دیا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو ہم زکوٰۃ دیتے رہے ہیں۔ اب کیوں دیں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے متعلق پیش گوئی فرمادی تھی کہ مومن وہ ہوتا ہے۔ جس کے اعمال میں کمی نہ آئے۔ مگر یہ لوگ تو اعمال چھوڑ دیں گے۔ پس مومن وہی ہے۔ جو اپنے اعمال میں کمی نہ کرے اگر کوئی فی الواقعہ مومن ہے اسے یہ یقین ہے کہ مرنے کے بعد زندگی ہے اور ہمیشہ ہمیش کی زندگی ہے۔اور اس وقت دنیا کی قربانیوں کے بدلے ملیں گے۔ تو وہ چندہ دیکر کب سمجھ سکتا ہے کہ میں نے بھی کچھ کام کیا ہے۔ انسان کو اتنا تو سوچنا چاہئیے کہ وہ اپنی آمدنی کا ۹۰ فیصد اس زندگی پر خرچ کرتا ہے۔ جو ساٹھ ستر یا سو سال کی ہے۔ اور صرف دس فیصدی اس زندگی کے لئے دیتا ہے۔ جو ہمیشہ کی زندگی ہے۔ تو وہ کونسا بڑا کام کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس دنیا کی زندگی جو اگلی زندگی کے مقابلہ میں ایک منٹ کی بھی حیثیت نہیں رکھتی اس کے متعلق تو کہتا ہے کہ اپنی آمدنی کا ۹۰ فیصد خرچ کر لو لیکن جو ہمیشہ ہمیش کی زندگی ہے اس کے متعلق کہتا ہے ۱۰ یا ۱۵ فیصدی خرچ کر دو۔

پس ایک مسلمان جو اگلی زندگی پر ایمان رکھتا ہے - اور یہ بھی اس کا ایمان ہے کہ اس دنیا کی قربانی کا بدلہ اس جہاں میں ملے گا۔ اس کے دل پر قربانیاں بجائے اس کے کہ کسی قسم کی میل پیدا کریں۔ وہ احسان سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ موقعہ دیا ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- **قل اتعلمون اللہ بدینکم واللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض واللہ بکل شئی علیم** اگر کوئی شخص قربانی نہیں کرتا تو پھر اسلام میں داخل کس بات کے لئے ہوا ہے۔ کیا اسلام لانے کی غرض یہ ہے کہ وہ منہ سے کہدے کہ میں مومن ہوں، میں احمدی ہوں۔ ان سے کہدے کیا تمہارے مومن ہونے اور احمدی ہونے کا علم خدا کو نہ تھا۔ جو تم منہ سے یہ کہہ کر اسے بتانا چاہتے ہو۔ یاد رکھو اللہ ہر بات جانتا ہے۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

پھر فرماتا ہے:- **یمنّون علیک ان اسلموا ط قل لا تمنّوا علی اسلامکم ج بل اللہ یمنّ علیکم ان ھدا کم للایمان ج ان کنتم صادقین** جو شخص بے عمل ہے کوئی قربانی خدا کی راہ میں نہیں کرتا۔ اس کی تو بات ہی اور ہے۔ جو کوئی عمل کر کے کہتا ہے۔ میں نے یہ کام کیا۔ اور اس طرح احسان جتاتا

ہے اسے بھی سمجھ لینا چاہئے اس نے بھی تم پر کونسا احسان کیا ہے۔ اے رسول! کیا ان کی اطاعت اور فرمانبرداری سے تو جنت میں جائے گا۔ ان کی نمازوں۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا احسان اگر کسی پر ہے تو ان کے اپنے اوپر ہی ہے۔ کہ وہ ان تکالیف اور مصائب سے بچ جائیں گے جو خدا پر ایمان نہ لانے والوں کو پیش آئیں گے اور اس ظلمت میں فائدہ اٹھائیں گے جس کے متعلق آتا ہے کہ جو ایمان نہ لائے گا وہ قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا۔ اور جیسے ایک اندھے کو جنگل بیابان میں چھوڑ دیا جائے یہی حالت ایمان نہ لانے والے انسانوں کی ہوگی۔ وہ تاریکی اور ظلمت میں پڑے ہوں گے۔ پس اگر لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔ تو ان سے تاریکی اور ظلمت دور کی جائے گی۔ انہیں دوسری زندگی میں بھی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملایا جائے گا۔ پس یہ ان پر احسان ہوا۔ تم پر ان کا کیا احسان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کر کے بھی کسی کا حق نہیں کہ احسان جتلائے رسول کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان سے کہو میرے ساتھ تمہیں کوئی واسطہ نہیں۔ اور نہ مجھ پر تمہارا کوئی احسان ہے۔ میں تمہیں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ضرورت بتائے دیتا ہوں۔ آگے تمہارا تعلق اور واسطہ خدا سے ہے۔ اور اس پر تم احسان نہیں جتلا سکتے۔ کیونکہ یہ اس کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں نجات کا ذریعہ بتایا ہے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا نادان ہو سکتا ہے۔ جسے ڈاکٹر کسی بیماری میں بتائے یہ نسخہ استعمال کرو۔ اور وہ کہے ڈاکٹر صاحب یاد رکھنا میں نے آپ کی خاطر اس نسخہ پر ایک روپیہ صرف کیا ہے۔ اب نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کیا ہیں' نسخہ ہیں روحانی نجات کا۔ ان کے ذریعہ روح بیماریوں سے بچتی ہے۔ پس یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایک شخص جسمانی ڈاکٹر کے پاس جاتا۔ اور اپنے دانت نکلوا کر فیس دیتا ہے۔ ہاتھ یا لات کٹوا کر فیس ادا کرتا ہے۔ ناک جو عزت کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ یہ کٹواتا اور فیس پیش کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے روحانی بیماریوں سے بچنے کے لئے جو حکم دیئے ہیں ان کو مان کر اللہ اور اس کے رسول پر احسان جتلاتا ہے۔۔ فرمایا ایسے لوگوں سے کہدو۔ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں اسلام لانے کی ہدایت دی اور وہ ذرائع بتائے کہ اگر تم ان پر عمل کرو تو تمہاری روح کو عذاب سے بچا سکتے ہیں۔

وہ لوگ جو واقع میں ایمان لاتے ہیں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا تو ان پر اصل احسان ہے۔ اور پھر رسول اور ان کے قائم مقاموں کا ان پر طفیلی احسان ہے۔ ایسے لوگوں کو دین کے لئے خواہ کس قدر قربانیاں کرنی پڑیں۔ وہ اسے خدا کا فضل اور احسان ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کا دعویٰ

ایمان سچا نہیں۔ تو پھر اس کے لئے تو ایک پیسہ خرچ کرنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان اللہ یعلم غیب السموات والارض واللہ بصیر بما تعملون** اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب سے واقف ہے۔ اور وہ سب کچھ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اگر تم ظاہری عمل نہ کرو تو یہ تو بہت ہی برا ہے۔ لیکن اگر تم عمل کر کے بھی خدا پر احسان رکھو۔ یا اس کے رسول اور اس کے قائم مقاموں پر احسان جتلاؤ۔ تو تمہارے کرنے کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ کیونکہ اس طرح کرنے والے اپنے ایمان اور عمل کو باطل کر لیتے ہیں تم سمجھتے ہو۔ احکام مان کر تم خدا کا کام کرتے ہو۔ حالانکہ یہ تمہارا اپنا کام ہے۔ اور یہ بالکل درست بات ہے۔ دیکھو اگر ہم چندہ جمع کر کے اشاعت اسلام میں صرف کرتے ہیں۔ تو اس سے خدا کو کیا فائدہ۔ ہم اپنی برادری اور ساتھیوں میں اضافہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر چندہ جمع کر کے ہم غرباء کی مدد کرتے ہیں۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کو کیا نفع۔ یہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور اپنی جماعت کو مضبوط بناتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم چندہ اکٹھا کر کے تعلیم و تربیت میں خرچ کرتے ہیں۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کو کیا فائدہ یہ ہم اپنی اولاد کی اصلاح اور ترقی کے سامان کرتے ہیں۔ آخر سوچو تو سہی دین کے لئے جو چندہ جمع کیا جاتا ہے وہ کہاں خرچ ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اور اب بھی دین کی اشاعت، غرباء کی مدد، اپنی جماعت کی تعلیم و تربیت پر ہی صرف ہوتا ہے۔ اور یہ سب باتیں ایسی ہیں۔ جن کا فائدہ ہمیں ہی پہنچتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو اس سے کیا کہ ہم اشاعت اسلام کریں یا نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کا اس سے کیا حرج کہ ہم غرباء کی مدد کریں یا نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کو اس سے کیا نقصان کہ ہم جماعت کی تعلیم و تربیت کریں یا نہ کریں۔ ان سب باتوں میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ پھر کتنی بڑی بے وقوفی ہے اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ دین کے لئے ہماری قربانیوں سے خدا کو فائدہ ہو گا۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا بندوں سے ایسا ہی سلوک ہے جیسے کسی ماں سے کہا جائے تو اپنے بچہ کا منہ دھلاؤ تو تمہیں یہ انعام دیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کہتا ہے تم اپنے غریب بھائیوں کی مدد کرو۔ اپنے بچوں کو تعلیم دو۔ اپنی برادری بڑھاؤ۔ تو تمہیں ہم ہمیشہ کے انعام دیں گے۔

پس ہماری جماعت کو اچھی طرح یہ نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ جو کچھ دین کے لئے کر رہے ہیں وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کر رہے ہیں۔ اور جو لوگ اس میں ذرا بھی سستی اور کوتاہی کرتے ہیں۔ وہ یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ان میں حقیقی ایمان نہیں ہے۔ جو شخص کسی غیر کا بچہ لے کر پالتا ہے وہ اس کی پرورش سے تنگ آجاتا ہے۔ لیکن کبھی کسی نے دیکھا ہے کہ ماں بھی اپنے بچہ کی پرورش سے تنگ آگئی ہو۔ اگر تم لوگ دین کو اپنی چیز قرار دو اور سب سے ضروری اور اہم سمجھو تو پھر اس کی

خدمت سے تنگ آنے کے کیا معنی۔ اس سے تنگ آنے کے تو یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ تم نے اسے سوتیلا بچہ بلکہ اجنبی بچہ سمجھا اور معلوم ہوا کہ احمدی بننے میں ایک رو میں بہ گئے تھے۔ ورنہ حقیقی ایمان تم نے حاصل نہیں کیا۔

اس وقت میں قادیان کے دوستوں کو خصوصاً" اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اعمال اور افعال میں بہت زیادہ تبدیلی کریں۔ کیونکہ باہر کے لوگ آپ لوگوں کو اپنے لئے نمونہ سمجھتے ہیں۔ اور آپ لوگوں کی کمزوریوں کو دین کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ لوگ دین نہیں ہیں۔ مگر مرکز میں رہنے کی وجہ سے ایسا سمجھتے ہیں۔ اس لئے آپ لوگ اپنے ایمان کی حفاظت اور اسلام کی اشاعت کے لئے سب سے بڑھ کر قدم اٹھائیں۔ اسلام اور ایمان کے یہ معنی نہیں کہ تم اپنے وطن چھوڑ کر آجاؤ۔ یا نمازیں پڑھتے رہو۔ جب تک تم سچے مومن اور خدا اور رسول کے فرمانبردار نہ بنو گے تمہاری ہر بات خدا کے لئے نہ ہوگی۔ اس وقت تک تمہیں ایمان حاصل نہ ہوگا۔ چونکہ آپ لوگوں کو دیکھ کر دوسرے لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے۔ اس لئے آپ کو بہت احتیاط کرنی چاہئے اور اپنے اعمال کو دوسروں کے لئے نمونہ بنانا چاہئے۔ ورنہ جن لوگوں کو آپ کے ذریعہ ٹھوکر لگے گی۔ اس کا گناہ بھی آپ پر ہو گا۔ کیونکہ جس طرح کسی کو جس کے ذریعہ ہدایت ملتی ہے۔ اس کو بھی ثواب پہنچتا ہے۔ اسی طرح ٹھوکر کا نقصان بھی اسے ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ کسی کو ٹھوکر لگتی ہے۔ پس تمہارے اخلاص میں کبھی کمی نہ ہونی چاہئے۔ تمہیں فرمانبرداری میں سست نہیں ہونا چاہئے۔ تمہاری زبانوں کانوں آنکھوں کو خدا تعالیٰ کے احکام کے ماتحت ہونا چاہئے۔ تمہیں اپنے معاملات درست رکھنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ قادیان والوں کو اور باہر کے لوگوں کو توفیق دے کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں۔ وہ اپنا سب کچھ اسلام کی اشاعت میں لگا دیں۔ اور ایسا نہ ہو کہ ان پر کبھی ایسا زمانہ آئے جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک عورت تھی جو سوت کاتتی رہی جب سردی کا موسم آیا تو اس نے سوت ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

پھر خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو اس سے بچائے کہ دشمن کی نظروں میں تو ہم ذلیل سمجھے ہی جاتے ہیں۔ خدا کے نزدیک ذلیل نہ ہوں۔ ہمارا ایمان، اخلاص دل کی خوشی اور مسرت بڑھتی رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی بڑھتی رہے۔

آج جمعہ کی نماز کے بعد میں چند جنازے پڑھاؤں گا۔ ایک تو مولوی عبدالواحد صاحب برہمن بڑیہ بنگال کے متعلق تار آئی ہے کہ فوت ہو گئے ہیں۔ وہ جماعت کے لئے نہایت قربانی کرنے

والے انسان تھے۔ ان کے ذریعہ بنگال میں کئی مقامات پر جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ احمدیت کی وجہ سے انہیں مالی مشکلات بھی پیش آئیں۔ مگر انہوں نے کسی بات کی پروا نہ کی۔ اور احمدیت کے لئے سب کچھ برداشت کیا۔ خدا تعالیٰ نے ان کے ذریعہ کئی ہزار کی جماعت دی ہے۔ وہ کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ آج تار آئی ہے۔ کہ فوت ہو گئے ہیں۔ ایک تو میں ان کا جنازہ پڑھوں گا۔

دوسرے جناب میر حامد شاہ صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ فوت ہو گئی ہیں۔ میر صاحب بہت مخلص انسان تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دعویٰ سے بھی پہلے سے تعلق رکھتے تھے۔ چونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو لوگ نیک ہوں گے۔ ان کے ساتھ جنت میں ان کے بال بچوں کو بھی رکھا جائے گا۔ (بعض لوگ کہتے ہیں۔ بڑوں کی رعایت کی جاتی ہے۔ مگر یہ رعایت تو خدا تعالیٰ بھی کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی بیویوں کو امّ المومنین قرار دیا گیا ہے۔) اس لئے میں میر صاحب کی اہلیہ کا جنازہ پڑھوں گا۔

تیسرے قاضی غلام حسین صاحب جھنگ کی جماعت کے امام کی اہلیہ صاحب فوت ہو گئی ہیں۔ مرحومہ نے موت کے وقت خواہش ظاہر کی تھی کہ میں جنازہ پڑھوں۔ چونکہ مرنے والے کی خواہش کا احترام ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے میں ان کا بھی جنازہ پڑھوں گا۔

چوتھے ایک شخص دین محمد ساکن پاجیاں متصل رائے ونڈ فوت ہو گئے ہیں۔

پانچویں ایک شخص جن کا نام ہیرا تھا۔ اور بھنڈال علاقہ قصور کے رہنے والے تھے فوت ہو گئے ہیں۔

چھٹے محمد عبداللہ صاحب موضع جوئیے ضلع منٹگمری وفات پا گئے ہیں۔

چونکہ ان کا جنازہ پڑھنے والے احمدی نہ تھے۔ اس لئے میں ان کا جنازہ بھی پڑھوں گا۔

(الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۲۶ء)

ا۔ بخاری کتاب الصوم باب اجود ما کان النبی یکون فی رمضان

۲۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۶۱

۳۔ بخاری کتاب الایمان باب حلاوة الایمان